پروفیسر مشتاق احمد حلیمی
پرنسپل کامرس کالج کبیروالہ

سیرت طیبہ کی انقلابی اثر آفرینیاں

بعثت رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل چھٹی صدی مسیحی بلا اختلاف تاریخ انسانی کا ایک تاریک اور ظلم و ستم سے بھرپور دور تھا صدیوں سے انسانیت ظلم و ستم کی جن پستیوں کی طرف جا رہی تھی ان کی انتہا ہوچکی تھی مذہبی پروھتوں ، احبار اور رہبان نے باطل طریقوں سے اقتدار پر براجمان رہنےاور ناجائز مال کھانے میں وقت کے ظالم بادشاہوں ، غاصب حکمرانوں اور مستبد امراء سے سازباز کر لی تھی - قرآن مجید میں ہے -

ان کثیرا من الاحبار و الرھبان لیاکلون اموال الناس بالباطل و یصدون عن سبیل اللہ[1] -

بازنطینی اور ساسانی جو اس وقت دنیا کی قیادت کے علمبردار اور مشرق و مغرب کی قیادت کے دعویدار بنے ہوئے تھے ہر قسم کی سیاسی دھاندلی ، معاشی خرابی اور اور معاشرتی فساد کے ذمہ دار تھے رومی سلطنت میں مذہبی خانہ جنگیوں نے بڑے پیمانے پر خانہ جنگیوں کا روپ دھار لیا تھا کیسا اور درس گاہیں حتیٰ کہ ذاتی مکانات حریف کیمپوں میں بدل گئے تھے - پورے کا پورا ملک خانہ جنگیوں کی لپیٹ میں تھا اختلاف اس بات میں تھا کہ مسیح کی فطرت میں الٰہی اور بشری عنصر کس تناسب سے ہے - رومی حکومت نے اپنا موقف جبراً ٹھونسنے کے لئے مخالفین پر ایسے مظالم ڈھائے جن کے تصور سے انسانی روح کانپ اٹھتی ہے روم کی مشرق ریاست میں ۵۳۰ کے فساد میں تین ہزار افراد صرف دارالسلطنت میں لقمۂ اجل بنے فیرس

(Cyrus) کی نیابت مصر کے دس سال (۶۳۱ - ۶۴۱) کی تاریخ لرزہ خیز مظالم اور وحشیانہ سزاؤں کی داستان ہے -

ان دنوں دو واضح آسمانی مذہب تھے جو آسمانی کتابوں کے بھی دعوے دار تھے قرآن مجید نے انھیں کے متعلق کہا ہے ، وھم یتلون الکتاب ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فرمان - منھم تخرج الفتنۃ و فیھم تعود[3] کے بمصداق اس معاشرے میں ہر فتنہ فساد کے منبع بھی یہی تھے اور اس کا شکار بھی یہی خود تھے - یہود کی تاریخ بالخصوص ظلم و عدوان ، عصیان و طغیان ، نافرمانی و ناسپاسی اور تباہی و بربادی کی سرگذشت ہے ان کی تباہیوں کی طرف قرآن مجید نے سورہ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا ہے ان میں سے پہلی ۵۸۶ ق م میں بخت و نصر تاجدار بابل و نینوا کے ہاتھوں وقوع پذیر ہوئی اور دوسری ۷۰ء میں طیطوس رومی کے ہاتھوں - چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں ان دونوں کی باہمی رقابت اور منافرت اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے فریق کو انتقام کا نشانہ بنانے اور ان کے ساتھ بالواسطہ یا بلاواسطہ غیر انسانی سلوک روا رکھنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتا تھا - ان کی دینی منافرت کی طرف قرآن مجید نے اشارہ کیا ہے -

وقالت الیھود لیست النصاری علی شیء و قالت النصاری لیست الیھود علی شیء وھم یتلون الکتاب کذلک قال الذین لا یعلمون مثل قولھم[4]

کہ یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ ذرہ بھر بھی حق پر نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کچھ بھی حق پر نہیں - حالانکہ یہ دونوں کتاب پڑھتے ہیں - ان کی دیکھا دیکھی وہ بھی ان جیسی بات کہنے لگے جن کو کچھ بھی علم نہیں -

ان میں سے عیسائیوں کا تعلق بازنطینیوں سے تھا اور یہود نے اپنا رشتہ ساسانیوں سے استوار کر لیا تھا - ۶۱۰ء میں یہودیوں نے انطاکیہ میں عیسائیوں کے خلاف بلوہ کیا - عیسائیوں کی شہہ پر شہنشاہ فوقا نے ایک ایسا فوجی افسر بھیجا جس نے تلوار سے قتل کر کے ، پانی میں غرق کر کے ، آگ میں جلا کر ، درندوں سے نچوا کر

یہودی آبادی کو ہلاک کر دیا ۔

۶۱۵ء میں جب ایرانیوں نے شام فتح کیا تو یہودیوں کی ترغیب پر خسرو نے وہاں کے بیشتر عیسائیوں کو تہہ تیغ کر دیا ۔ ۶۳۰ء میں ہرقل نے عیسائیوں کے اکسانے پر یہودیوں کو بری طرح انتقام کا نشانہ بنایا ۔ خسرو ثانی نے ۶۲۰ء میں بیت المقدس کو تاراج کر کے مقدس صلیب چرا لی تھی ساسانیوں اور بازنطینیوں کی آویزش کا ذکر ایک پیش گوئی کے انداز میں قرآن مجید نے بھی کیا ہے ۔

مزدکی منطق نے چادر اور چار دیواری کے تقدس کو بری طرح پامال کیا ۔ ایران کے یزدگرد دوم نے اپنی لڑکی کو بیوی کے طور پر رکھا اور پھر اسے قتل کر دیا ۔ بہرام جوبین نے اپنی بہن سے ازدواجی تعلق قائم کیا ۔

ہندوستان چھوٹی چھوٹی غیر اہم ریاستوں میں بٹا ہوا تھا جو ایک دوسرے کو نیچا دکھانے میں مصروف تھیں یہاں کا تمدن ایرانی تمدن سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا ۔ چینی ہمیشہ سے باہم دگر نبرد آزما تھے ۔ جاپان کی حالت عام دنیا سے مختلف نہ تھی ۔ اسپین وسی گوتھوں کا غلام تھا ۔ جزائر برطانیہ باہم برسرپیکار ریاستوں میں منقسم تھا ۔ خود انگلستان سات مختلف بادشاہتوں میں بٹا ہوا تھا ۔

عرب میں قبیلے اور رشتہ داریوں کی بنیاد پر عصبیت کا دور دورہ تھا ۔ وہ اپنے حلیف اور بھائی کا ہر حال میں ساتھ دینے پر مصر تھے ، خواہ وہ حق پر ہو یا ناحق ۔ یہاں ایک طبقہ ایسا تھا جو پیدائشی طور پر جانوروں سے بھی کمتر اور حقیر تھا ۔ یہاں کے عیسائی اور یہودیوں کی تقلید میں یہاں کے حیرہ اور غسان کے نوابوں نے بازنطینیوں اور ساسانیوں سے پیوند جوڑ کر جزیرہ نمائے عرب کی مذہبی سیاسی اور تمدنی فضا کو بری طرح مسموم کر دیا تھا اس پر عرب کی جنگجو فطرت نے جلتی پر تیل کا کام کیا یہاں تک کہ قتل و غارت مارنا اور مر جانا ان کا مرغوب مشغلہ بن گیا اس کا اندازہ اس شعر سے ہوتا ہے جو سوار بن مضرب السعدی دعائیہ انداز میں کہتا ہے ۔

اذا المھرۃ الشقراء ادرک ظھرھا
فشب الا لہ الحرب بین القبائل

کہ جب میرا سرخ گھوڑا سواری کے قابل ہو جائے تو خدا کرے کہ قبائل میں جنگ چھڑ جائے ۔

الرقاد بن المنذر نے اپنی جنگجوئی کو یوں ادا کیا ہے ۔

و انی لاازال اخاحروب
ارالماجن کنت مجن جان

کہ میں ہمیشہ جنگجو رہا ہوں جب براہ راست کسی جرم کے ارتکاب میں ملوث نہ ہوں تو کسی مجرم کا پشت پناہ ہوتا ہوں ۔

ایک تیسرے شاعر نے جنگ کی خواہش کی تسکین کے سلسلے میں کہا ہے ۔

واحیانا علی بکر اخینا
اذا مالم نجد الا اخانا

کہ کبھی تو جب کوئی قبیلہ ہمیں جنگ کے لیے نہیں ملتا تو ہم اپنے بھائی قبیلہ بکر سے جنگ چھیڑ لیتے ہیں ۔

یہی وجہ تھی کہ یہاں ہرسو جنگ کی آگ بھڑک رہی تھی جس میں وہ جل بھن کر بھسم ہو رہے تھے اور بدقسمتی سے وہ اسے فخر و غرور اور تسکین عزت نفس کا سامان سمجھتے تھے چنانچہ اس زمانے میں چھوٹی بڑی بارہ سو خونریز لڑائیاں ہوئیں ان سب میں وجہ مخاصمت کوئی ملکی ، قومی یا سیاسی مسئلہ نہ تھا ۔ یہ قیامت خیزیاں محض پانی بھرنے ، مویشی چرانے ، گھوڑا آگے بڑھانے پر برپا ہوجایا کرتیں ۔ پھر ہزاروں انسانوں کو نگل جاتیں ۔ بہت سی لڑائیاں اس قدر طویل عرصے تک جاری رہیں کہ ایک نسل نے جب ہوش سنبھالا تو ہرسو خون کی ندیاں رواں تھیں اور وہ خود بھی بسا اوقات عنفوان شباب میں انہیں ندیوں میں ڈوب کر فنا ہو گئے مثال کے طور پر جنگ بسوس

ایک اونٹنی پر ہوئی اور ۴۹۴ سے ۵۳۴ تک تقریباً چالیس سال رہی اس میں ستر ہزار جانیں تلف ہوئیں۔ داحس کی جنگ گھوڑا بڑھانے پر ہوئی جو ۵۶۸ سے ۶۳۱ تک تقریباً ۶۳ سال رہی اس میں بیسیوں قبیلے صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔ میدان جنگ میں کووں اور چیلوں سے نوچی جانے والی بے گور وکفن لاشیں ان کے فخر و غرور کی تسکین کا موجب ہوتیں۔ ایک شاعر اپنے باپ کی نعش کی اسی قسم کی کیفیت کو فخریہ بیان کرتا ہے۔

انا ابن الطارق البکری بشر
علیہ الطیر ترقبہ و قوعاً

ایک غسانی نے ایک راہ گیر حیروی کے کان کاٹ کر جوتے میں سلوا دیئے تھے جسے عرب کا مشہور شاعر لبید اپنے قصیدے میں فخر سے بیان کرتا ہے اس طرح ہر طرف لوٹ مار کا بازار گرم تھا، افراد تو افراد قافلے محفوظ نہ تھے۔ خونریزی و سفاکی، ظلم و بربریت، معاشی ناہمواری، معاشرتی شر و فساد، سیاسی خلفشار، دینی گمراہی، اخلاق آوارگی غرض تہ بہ تہ تاریکیاں تھیں جو اس سر زمین پر چھائی ہوئی تھیں بعینہ ایسے جیسے ظلمات بعضہا فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراھا و من لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور[5]۔

کہ اوپر تلے تاریکیاں ہیں اگر کوئی ہاتھ نکالے تو دیکھ بھی نہ سکے جس کو اللہ کی روشنی نہیں ملی اس کے لئے روشنی کی کوئی کرن نہیں۔

یاس و الم کی ان تیرہ و تار تاریکیوں میں آفتاب عالم تاب اور نور لم یزل جلوہ آراء ہوا جس کی شان میں ابو طالب یوں گویا ہوئے۔

و ابیض[6] یستسقی الغمام بوجہہ
ثمال الیتامی عصمۃ للا را مسل

آپ نے ان پر آشوب حالات میں امن و عافیت کا نورانی پیغام دیا اور پیشگوئی فرمائی :

واللہ لیتمن اللہ عز و جل ھذا الامر حتی یسیر الراکب من المدینۃ الی حضرموت لا یخاف الا اللہ و الذئب علی غنمہ و لکنکم تستعجلون ۔

کہ خدا کی قسم اللہ عز و جل اس مشن کو ضرور پورا کرے گا حتیٰ کہ ایک سوار مدینہ سے حضرموت تک تنہا سفر کرے گا اور اس کو اس تمام سفر میں اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا ۔

امن و عافیت کی یہ مثالی کیفیت آپ رحمت دو عالمؐ کی برکت سے جلد حاصل ہوگئی ۔ قرآن مجید نے اس کو یوں بیان فرمایا ہے ۔

و اذکروا نعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا و کنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منھا ۔

کہ اللہ کا یہ انعام اپنے اوپر یاد رکھو کہ تم باہم دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت ڈال دی ، پھر تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے ۔ تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر پہنچ چکے تھے (بلکہ گر ہی گئے تھے) پھر اس نے تمہیں اس سے نکال لیا ۔

اب اس نعمت سے قیامت تک فائدہ اُٹھاتے رہنے کی یہ صورت ہے کہ

(الف) و اعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا ۔

کہ تم امن و عافیت کی اللہ کی رسی کو باہم مل کر مضبوطی سے تھامے رکھو اور نا اتفاق نہ کرو ۔

(ب) و لتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینھون عن المنکر ۔

کہ ضرور تم میں سے ایک جماعت رہے جو نیکی کی طرف بلایا کرے ، بھلائی کا حکم دیا کرے اور برائی سے روکتی رہے ۔

معروف کی وہ بنیاد جس پر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امن و عافیت کی تعمیر استوار کی ، اس کی بنیادی خصوصیات اسلامی اخوت ، انسانی مساوات عدل و احسان ، قول و اقرار ، عہد و پیمان کا پاس اور قانون کی بالا دستی ہے ۔

انفرادی اور اجتماعی سطح پر امن و عافیت کے حصول کو خود کار اور دوامی بنانے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی اللہی کی ہدایات کے تحت معاشرے کی ادارتی تشکیل (Institutionalization) کی ۔ اس کے لیے آپ نے خاندان کو بنیادی اکائی قرار دیا ۔ اس بنیاد پر شہری اور عالمی امن و عافیت کی تعمیر استوار کی ۔ اس کے لیے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوق و فرائض کا ایک جامع تصور دیا ، والدین ، اولاد ، میاں بیوی ، قرابت دار ، ہمسایہ ، یتیم ، بیوہ ، بیمار ، حاجت مند ، مہمان ، یہاں تک کہ اسلامی اور انسانی برادری کے حقوق مربوط ، مرتب اور مفصل بیان کیے ہیں ۔

حقوق و فرائض ایک بات کے دو رخ ہیں ۔ یہ حاصل کرنے والے کے لیے حقوق ہیں اور ادا کرنے والے کے لئے فرائض ہیں ۔ اگر فرائض کی ادائیگی باقاعدگی اور مستعدی سے کی جائے تو حقوق خود بخود حاصل ہوتے رہتے ہیں ۔ حقوق میں اس وقت خلل آ جاتا ہے جب فرائض کی ادائیگی میں خلل آ جائے ۔ اس لیے اسلام نے تعلیم دی ہے کہ ہر انسان اپنے فرائض کو خلوصِ محبت اور جذبۂ ایثار سے ادا کرتا رہے ۔ اس سے ایک خود کار سلسلہ شروع ہو جاتا ہے ۔ کامیاب اور غیر منقطع تسلسل کے لیے اسلام نے ضروری قرار دیا ہے کہ یہ ادائیگی اس جذبے کے ساتھ ہو ۔ جیسا کہ سورہ الدھر آیت نمبر ۹ میں ارشاد باری ہے ۔

انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاء ولا شکورا ۔

اسلام ضروری قرار دیتا ہے کہ فرض کی ادائیگی لوجہ اللہ ہونی چاہیے ۔

فرض کی ادائیگی (reciprocity) کے تصور کے تحت یا اس لیے نہ ہو کہ اس کے بدلے کچھ حقوق ملنے والے ہیں ۔ اسلام کی نگاہ میں یہ خود غرضی ہے ۔ اس سے فتنہ پیدا ہوتا ہے ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

و من الناس من یعبد الله علی حرف فان اصابہ خیر ۔ اطمئن بہ و ان اصابتہ فتنۃ ۔ انقلب علی وجھہ[10] ۔

نبی کریمؐ اور آپ کے صحابہؓ کا اسوہ حسنہ فرائض کو محض اللہ کی رضا جوئی اور خوشنودی کے لیے ادا کرنے کا بہترین مظہر ہے کیونکہ انہوں نے تو ناسماعد حالات میں بھی نہایت مستعدی اور تندہی سے فرائض کو سر انجام دیا ۔ ارشاد ہے ۔

فما و ھنوا لما اصابھم فی سبیل الله و ما ضعفوا و ما استکانوا و الله یحب الصابرین[11] ۔

آپؐ نے تو جواب میں حق تلفیاں پا کر بھی ایک جیسے خلوص اور جذبہ ایثار سے فرائض ادا کیے ۔ ارشاد ربانی ہے ۔

ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ[12] ۔

اسی طرح ارشاد ہے ۔

و یدرءون بالحسنۃ السیئۃ[13] ۔

مزید ارشاد ہے ۔

و لمن صبر و غفر ان ذلک لمن عزم الامور[14] ۔

امن و عافیت کے قیام اور اس کے خود کار دوام کے لیے آپؐ نے فضائل اخلاق اور رذائل کا امتیاز بخشا ۔ رذائل سے بچنے اور فضائل پر کاربند رہنے کی تربیت بخشی ۔ اس سے ایک معاشرہ وجود میں آیا جس میں ہر طرف اخوت و مساوات ، زبان و دل اور عمل کی سچائی ، سخاوت و شہامت ، عفت و پاکبازی ، امانت و دیانت ، شرم و حیا ، رحمت و شفقت ، عدل و احسان ، عفو و در گذر ، حلم و بردباری ، لطف و رفق ، تواضع و انکساری ، اعتدال و میانہ روی ، خود داری و عزت نفس ، حق گوئی اور خوش گفتاری کا دور دورہ تھا ۔ یا تو وہ کیفیت تھی کہ کفار مکہ نے اس مجلس میں بیٹھنے سے انکار کر دیا جس میں کوئی غلام یا نیچ ذات موجود ہو ۔ قرآن مجید میں ہے ۔

ما نراک اتبعک الا الذین ھم اراذلنا بادی الرائی[15] ۔

اس کے ساتھ یہ بھی تلاوت کیجیے ۔

و یا قوم من ینصرنی من اللہ ان طردتھم افلا تذکرون[16] ۔

یا پھر وہ وقت آیا کہ عرب کا ایک معمر سردار ، شیخ الاسلام ، امیر المومنین ، خلیفہ رسول اللہ ایک اٹھارہ سال کے غلام زادے کو سپاہ سالار کی حیثیت سے گھوڑے پر سوار کر کے خود اس کے گھوڑے کی گرد میں دوڑ رہا تھا ۔ اس معاشرے میں ایک حبشی غلام نے سیدنا بلال کا خطاب پایا جس کے سامنے تعظیم و تکریم کے لیے امیر المومنین عمر فاروق اعظم جیسا صاحب جاہ جلال کھڑا ہو جاتا ۔ اسوہ حسنہ کے تربیت یافتہ فاتح جرنیلوں نے جب کسی مصلحت کے لیے مفتوحہ علاقوں سے اپنا قبضہ چھوڑا تو غیر مسلم اکثریت نے اپنی عبادت گاہوں میں ان کی واپسی کے لیے دعائیں کیں ۔ انہیں فاتح نہیں بلکہ رحمت خداوندی کے پیکر اور ظلِ سبحانی سمجھا ۔

جہاں آج بھی سیکولر دنیا میں یہ اصول ہے کہ محبت اور دشمنی (جنگ) میں ہر ناجائز جائز ہے وہاں رسول اللہ نے آج سے تقویباً ڈیڑھ ہزار سال قبل اپنی تعلیمات اور اسوہ حسنہ سے تربیت دی کہ محبت یا دشمنی ہر حال میں صرف وہی جائز ہے جسے قرآن مجید جائز قرار دیتا ہے ۔

ولا یجرمنکم شنان قوم علی ان لا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی[17] ۔

اسی طرح ارشاد ہے ۔

کونوا قوامین بالقسط شھداء للہ ولو علی انفسکم اوالوالدین و الاقربین[18] ۔

اہلِ سمرقند نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے ان کے سپہ سالار قتیبہ بن مسلم کی شکایت کی کہ انہوں نے شہروں کو فتح کرتے ہوئے اسلامی اصول جنگ کی خلاف ورزی کی ہے ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے معاملہ اسلامی عدالت کے سپرد

آپ نے نہ صرف یہ کہ دشمنوں سے کوئی ایسا سلوک نہیں کیا جو جائز نہ ہو بلکہ ازراہِ لطف و کرم ہر طرح کا اقتدار اور قدرت حاصل ہو جانے کے باوجود باعزت طریق سے معاف کر دیا حتیٰ کہ انہیں ان کی چیرہ دستیاں یاد ہی نہ دلائیں، فرمایا :

لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا انتم الطلقاء ۔

آپ نے ہر حالت میں صلح و آشتی کو ترجیح دی ۔ صلح حدیبیہ کا معاہدہ جن حالات اور جس ماحول میں ہوا وہ اس کا گواہ ہے ۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے :

و ان جنحوا للسلم فاجنح لھا و توکل علی اللہ[۲۲] ۔

اسی طرح حکم ہے ۔

ان یریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ[۲۳] ۔

اس سے عیاں ہے کہ آپ نے ایسے حالات میں بھی صلح کو ترجیح دی جن میں واضح شکوک موجود تھے کہ دشمن صلح کے بہانے کوئی جنگی چال چلنا چاہتا ہے یا دھوکا دینا چاہتا ہے ۔ ارشاد ہے :

و اما تخافن من قوم خیانہ فانبذ الیھم علی سواء[۲۴] ۔

جس دین کی تعلیم و تربیت آپؐ نے اپنی تعلیمات اور اسوہ حسنہ سے کی ۔ اس مذہب کا نام اسلام ہے اور اس عقیدے کا نام ایمان ہے ۔ یہ دونوں نام بجائے خود امن و عافیت کا پیغام اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں ۔ آپؐ کے ایک ارشاد میں ہے السلام للعالم سب نے پہلے اسلام نے مال و جان اور عزت و آبرو کی حفاظت کا تصور دیا اور یہ کہ اسلامی ریاست مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلم رعایا کے جان و مال اور عزت کی بھی محافظ ہے ۔ جہاں کسی سبب سے یہ کام مسلمانوں کے لیے ممکن نہ تھا تو انہوں نے اس مقصد کے لیے لی ہوئی، جزیہ کی رقم واپس کر دی ۔

کو دیا ۔ اسلامی عدالت نے فیصلہ دیا کہ بے قاعدگی کا ارتکاب ہوا ہے لہٰذا اسلامی سپہ سالار قتیبہ بن مسلم کو حکم دیا جاتا ہے کہ مفتوحہ علاقوں سے فوجیں ہٹا کر فلاں پوزیشن پر آ جائے ۔ قتیبہ بن مسلم کو فوجیں پیچھے ہٹانا پڑیں ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت و عصبیت کو یکسر ختم کر دیا ۔ وسیع المشربی عفو و درگزر اور اعتراف حق کی تعلیم دی ۔ آپ کی دعا ہے ۔

اللھم ارنا الحق حقا و ارزقنا اتباعہ ۔

حجۃ الوداع کے تاریخی اجتماع میں آپ نے برملا اعلان فرمایا ۔

الا کل شی من امر الجاھلیۃ موضوع تحت قدمی ۔

جب حضرت ابو ذر نے ایک غلام کو اس کی ماں کے لونڈی ہونے کا طعنہ دیا اور یہ بات رسالت مآب تک پہنچی تو آپؐ نے ابو ذر کو بلایا اور فرمایا ۔

یا اباذر أعرتہ بامۃ انک امرء فیک جاھلیۃ ۔

آپؐ کا فرمان ہے ۔

سباب المسلم فسوق و قتالہ کفر[۱۹] ۔

قرآن مجید کا ارشاد ہے ۔

یومنون بما انزل الیک و ما انزل من قبلک[۲۰] ۔

اسلام نے علاقہ ، زبان ، رنگ و نسل کی بنیاد پر انسانوں کے درمیان امتیاز کو حرام قرار دیا ۔ قرآن مجید کا ارشاد ہے ۔

و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم[۲۱] ۔

رسول اللہؐ نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا ۔

لا فضل لعربی علی عجمی ۔

آپ ؐ نے ارشاد فرمایا : المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ[۲۵] ۔

آپ ؐ کے درج ذیل فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ آپ تو لا ریب رسول الامن و السلامۃ اور رحمۃ للعالمین تھے ۔ آپ اپنے ہر پیروکار کو بھی انسانی معاشرہ کے لئے پیکرِ رحمت خداوندی بنانا چاہتے ہیں ۔ حضرت معاذ بن جبل روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ سے دریافت کیا کہ پڑوسی کا کیا حق ہے ؟ آپ نے ارشاد فرمایا :

ان استقرضک اقرضتہ و ان استعانک اعنتہ و ان احتاج اعطیتہ و ان مرض عدتہ و ان مات تبعت جنازتہ و ان اصابہ خیر سرک وھنیتہ و ان اصابتہ مصیبۃ ساتک و عزیتہ ولا توذہ بقتار قدرک الا ان غرف لہ منھا ولا تستطیل علیہ بالبناء لتشرف علیہ ولاتسد علیہ الریح الا باذنہ و ان اشتریت فاکھۃ اھدیت لہ منھا و الا فادخلہ سرا لا یخرج ولدک بشی منہ بہ ولدہ و ھل تفقھون ما اقول لکم لن یودی حق الجار الا القلیل من رحمہ اللہ ۔

کہ اگر وہ تم سے قرضہ مانگے تو اسے قرضہ دو ، تم سے مدد چاہے تو اس کی مدد کرو ، اگر ضرورت مند ہو تو اسے اپنے مال و دولت دے کر اس کی ضرورت پوری کرو ، اگر بیمار پڑ جائے تو اس کی عیادت کرو ۔ اگر مر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ ، اگر اسے کوئی فائدہ پہنچے تو تمہیں خوشی ہونی چاہیے اور اسے مبارک باد دینی چاہیے ، اگر اسے کوئی مصیبت پہنچے تو تمہیں رنج ہونا چاہیے اور اس کی تعزیت کرنی چاہیے ، اسے اپنی ہانڈی کی خوشبو سے پریشان نہ کرو الا یہ کہ اس پکوان میں سے اس کے ہاں بھی بھیج دو ۔ اپنی عمارت اتنی اونچی نہ کرو کہ تمہاری نگاہ اس کے آنگن میں پڑے ۔ اپنی عمارت سے اس کے گھر کی ہوا نہ روکو الا یہ کہ اس کی خوشی سے اجازت حاصل کر لو ۔ اگر تم پھل خریدو تو اس میں سے اس کے ہاں بھی بھیجو ورنہ چھپا کر لاؤ اس طرح کہ تمہارے بچے کچھ

کے گھر بھیجو نہ بھیجو - ایسا نہ ہو کہ اس کے بچوں کو احساس محرومی ہو ، یہ جذبہ دلوں میں کینے کو جنم دیتی ہے - جو باتیں میں نے کی ہیں کیا تمہارے ذہن نشین ہوگئی ہیں ، پڑوسی کا حق صرف وہی ادا کرتے ہیں جن پر اللہ کا خاص رحم ہو -

آپ کے خلفاء نے مسلمانوں کی طرح غیر مسلموں کو بھی بیروزگاری اور بڑھاپے کا الاؤنس دیا اور کہا کہ جب یہ ہماری ریاست میں رہتے ہیں تو ان کی ہر قسم کی نگہداشت ہمارا فرض ہے -

آپ رسول اللہ نے ایک غیر مسلم کی نوجوان بیٹی کو جو جنگی قیدیوں میں دوپٹے کے بغیر تھی اپنی چادر عطا کی ، جب ایک شخص نے توجہ دلائی کہ یہ غیر مسلم ہے تو آپ نے فرمایا ، بیٹی محترم ہے خواہ غیر مسلم کی ہو -

جب غیر مسلموں نے اسلامی فاتح فوج کو ملوث کرنے کے لئے اپنی نوجوان خواتین قطار اندر قطار ان کے سامنے کھڑی کر دیں تو تاریخ شاہد ہے کہ رسول الامن والرحمة ؐ کے دامن سے وابستہ نفوس قدسیہ نے ان کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا -

ایک ایسا معاشرہ جس میں بیٹی کی عصمت باپ سے اور بہن کی آبرو بھائی سے محفوظ نہ تھی - ایک ایسا معاشرہ جس میں انسان انسان کے خون کا پیاسا تھا ، جس میں دین کا احترام ، عقیدے کا تقدس اور عمل کی پاکیزگی نام کو نہ تھی - جس میں ہر سو ظلم و ستم ، برائی اور بے حیائی کا دور دورہ تھا ، وہاں دشمن اپنے آپ کو اپنے گھر سے زیادہ محفوظ پاتا تھا - قرآن مجید کا حکم ہے :

و ان احد من المشرکین استجارک فاجره حتی یسمع کلام اللہ ثم ابلغه مامنه[٢٦] -

اس معاشرے کو آپ کی سیرتِ طیبہ نے امن و عافیت کا گہوارہ بنا دیا -

حوالہ جات

۱- سورۃ التوبہ ، آیت ۳۳ -
۲- سورۃ البقرہ ، آیت ۱۱۳ -
۳- دیوان حماسہ : باب الحماسہ -
۴- ایضاً -
۵- سورۃ النور ، آیت ۳۰ -
۶- دیوان ابو طالب -
۷- سورۃ آل عمران ، آیت ۱۰۳ -
۸- ایضاً -
۹- سورۃ آل عمران ، آیت ۱۰۴ -
۱۰- سورۃ الحج ، آیت ۴۱ -
۱۱- سورۃ آل عمران ، آیت ۱۳۶ -
۱۲- سورۃ المومنون ، آیت ۹۶ -
۱۳- سورۃ الرعد ، آیت ۲۲ -
۱۴- سورۃ الشوری ، آیت ۴۳ -
۱۵- سورۃ ھود ، آیت ۲۷ -
۱۶- سورۃ ھود ، آیت ۳۰ -
۱۷- سورۃ المائدہ ، آیت ۸ -
۱۸- سورۃ النساء ، آیت ۱۳۵ -
۱۹- بخاری ، کتاب الآداب -
۲۰- سورۃ البقرہ ، آیت ۴ -
۲۱- سورۃ الحجرات ، آیت ۱۳ -
۲۲- سورہ الانفال ، آیت ۶۱ -
۲۳- سورۃ الانفال ، آیت ۶۲ -
۲۴- سورۃ الانفال ، آیت ۵۸ -
۲۵- بخاری ، کتاب الایمان -
۲۶- سورۃ التوبہ ، آیت ۶ -